رسائل و مسائل

سب سے اچھی دعا

سوال: دعائیں تو ہم مانگتے رہتے ہیں۔ یہ بتایئے کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دعا کون سی ہے جو اس سے مانگی جائے؟ عام طور پر تو لوگ اپنے مطلب کی دعائیں مانگتے ہیں۔

جواب: عام لوگ ہوں یا خاص لوگ، سب ہی اللہ کے محتاج ہیں اور سب کا مقصود و مطلوب، آخرت کی سرخروئی و کامیابی، جنت کا حصول اور دنیا کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ دنیا سے اللہ کے خاص بندے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے۔ دنیا کی زندگی کو اللہ کے حکم کے مطابق گزارنا ہی دین ہے۔ خاص ہوں یا عام بہرحال ہر بندے کو اسی دنیا میں زندگی گزار کر آخرت کی سرخروئی حاصل کرنی ہے۔ اسی لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرہ ۲:۲۰۱)

اے ہمارے رب، ہمیں دنیا کی زندگی میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو آتش جہنم کے عذاب سے بچا۔

خدا کے مقبول بندے صرف یہی نہیں کہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھلائی کی بھی دعا کرتے ہیں، بلکہ دنیا کی بھلائی کا تذکرہ پہلے کرتے ہیں اور آخرت کی بھلائی کا تذکرہ بعد میں۔ اس لیے کہ واقعہ کے لحاظ سے بھی دنیا کی زندگی پہلے ہے، اس سے پہلے سابقہ پڑتا ہے اور آخرت کی زندگی بعد میں ہے، اس سے بعد میں سابقہ پڑے گا۔ اور اس لیے بھی کہ آخرت کو بنانے اور وہاں سرخروئی حاصل کرنے اور خدا کو راضی کرنے کا واحد ذریعہ بھی ہمارے پاس صرف یہی دنیا کی زندگی ہے جو پہلے ملی ہے، اسی کی بدولت ہم آخرت میں جنت حاصل کر سکیں گے۔ یہی ہماری واحد پونجی ہے۔ یہ اگر ہم نے ضائع کر دی تو پھر جنت حاصل کرنے اور خدا کی رضا پانے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اسی زندگی کو دیکھ کر حشر کا منصف ہمارے بارے میں جنت کا فیصلہ کرے گا یا جہنم کا، اس لیے بندہ دنیا کو اہمیت دیتا ہے۔ اپنی دعا میں پہلے اسی کا ذکر کرتا ہے، اور اس کی بھلائی کا طالب بھی ہوتا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ جو مومن مرد اور مومنہ عورت نیک عمل کرے اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ حیات طیبہ عطا فرمائے گا۔ دنیا میں حیات طیبہ بہت بڑی نعمت ہے، اسی لیے بندہ مومن اس کی دعا کرتا ہے۔ دراصل ہر بندہ عاجز و درماندہ ہے۔ اس زندگی میں بھی ایک ایک سانس کے لیے اللہ کا محتاج ہے، اور اس زندگی میں بھی اللہ کی نظرعنایت نہ ہو تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ زندگی کے ہر ہر لمحے کے لیے وہ خدا کا محتاج ہے۔ اس عاجزی، بے بسی، بے مایگی اور سراسر احتیاج کا حقیقی اور گہرا احساس ہی بندے کی اصل متاع ہے اور جن بندوں کا یہ احساس جس قدر گہرا ہے، وہی خوش نصیب، خدا کے خاص بندے ہیں۔ اسی شان بندگی پر خدا کو پیار آتا ہے، اسی احساس بندگی سے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی ہیں اور انھی دھڑکنوں کی ترجمان دعا ہے۔

دعا دراصل صرف ان الفاظ کو زبان سے ادا کر لینے کا نام نہیں ہے، جن کو دعا کے لیے ہم استعمال کرتے ہیں یا جو ہم نے دہرانے کے لیے رٹ لیے ہیں۔ دعا دل کی کیفیت، عجز و احتیاج اور دھڑکنوں کو زبان سے بیان کرنے کا نام ہے۔ وہ الفاظ جن میں عجز و احتیاج اور زندگی و بیچارگی کی چاشنی نہ ہو، وہ دعا نہیں، دعا کا مظاہرہ ہے۔ دعا کے مظاہرے کی تحقیر ہرگز مقصود نہیں ہے، مگر حقیقت میں دعا وہی ہے جو اس گہرے احساس اور قلب کی اس کیفیت کے ساتھ مانگی جائے کہ بندہ واقعی، سراپا احتیاج و بے مایہ ہے اور دینے والی ذات صرف وہی ہے جس کے حضور ہاتھ پھیلا کر وہ بھیک مانگ رہا ہے۔ اس پہلو سے سوچیں تو نہ کوئی عام ہے نہ خاص، ہر ایک محتاج و بے نوا ہے بلکہ اپنے تذلل اور احتیاج کا جس کو زیادہ احساس ہے، وہی خاص ہے۔

پھر یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ بندہ دونوں جہاں میں اپنے رب کی توجہ، عنایت، کرم اور مدد کا محتاج ہے۔ اس لیے ایسا سمجھنا کہ دنیا کے مقاصد کے لیے رب سے دعائیں مانگنا کچھ کم تر درجے کی بات ہے، صحیح نہیں ہے بلکہ دنیا کے لیے دعا نہ مانگنا کم تر درجے کی بات ہے۔ اپنے مقاصد کے لیے رب کے حضور گڑگڑانا اور مانگتے رہنا ہی بلندی کی بات ہے۔ اپنی ہر بشری اور دنیوی ضرورت اور اخروی کامیابی کے لیے برابر مانگنا اور اس کے آگے جھولی پھیلانا ہی شان بندگی ہے۔ اللہ کی رحمت اور فیضان کرم کے دروازے اسی خوش نصیب بندے کے لیے کھلتے ہیں جو اس کے حضور ہاتھ پھیلاتا ہے اور عجز و تذلل کے ساتھ دعا کی توفیق پاتا ہے۔

اللہ سے مانگنے کے لیے سب سے اچھی دعا کون سی ہے؟ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے میں اللہ کے سچے رسولؐ کی زبان سے آپ کو بتاتا ہوں۔ اس میں یہ بات بھی ہے کہ سب سے اچھی دعا کیا ہے اور یہ بھی اسی میں مضمر ہے کہ دنیا کے لیے دعا کرنا بھی مطلوب و پسندیدہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ایک روایت منقول ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ فُتِحَ لَہٗ مِنْکُمْ بَابُ الدُّعَآءِ فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَۃِ وَمَا سُئِلَ شَیْئًا یَعْنِی اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یَسْئَالَ الْعَافِیَۃَ (جامع ترمذی)، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگوں میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، سمجھ لو کہ اس کے لیے رحمت و نوازش کے دروازے کھل گئے اور بندے کی دعاؤں میں سب سے اچھی دعا جو اللہ سے مانگی جائے وہ یہ ہے کہ اس سے عافیت کی دعا کی جائے"۔

"عافیت" بہت ہی جامع لفظ ہے۔ بلاشبہ اس لفظ میں آخرت کی عافیت، وہاں کی سلامتی، وہاں کے رنج و خوف سے حفاظت اور وہاں کی سرخروئی اور اطمینان و سکون بھی شامل ہے لیکن یہ لفظ زبان سے ادا کرتے ہوئے ذہن پہلے دنیا کی عافیت اور یہاں ہر طرح کے ظاہری اور باطنی آفات و مصائب سے حفاظت اور سلامتی و عافیت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ بندہ عافیت کی دعا کر کے ہر طرح کے آلام و مصائب، امراض و پریشانی، ذہنی و جسمانی دکھ درد، معذوری و لاچاری، فقر و فاقہ، لوگوں کے ظلم و اذیت اور خدا کی ناراضی و غضب، غرض ہر طرح کی ظاہری باطنی مصائب و آلام، تمام دنیوی اور اخروی رنج و خوف سے عافیت اور حفاظت کی دعا کرتا ہے۔

عافیت و امن کے جامع مفہوم کو نظر میں رکھ کر غور کیجیے کہ جو شخص اس مفہوم میں اللہ سے واقعی عافیت کا طالب ہے، وہ حقیقت میں اپنی عاجزی، بے بسی، تذلل اور بے کسی کا گہرا احساس رکھتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے اس احساس عجز کا اظہار کرتا ہے کہ اے پروردگار! میں ہر ہر لمحے تیری عنایت، توجہ اور رحم و کرم کا محتاج ہوں۔ تیرا کرم نہ ہو تو میں ایک سانس بھی نہیں لے سکتا۔ تیرا کرم نہ ہو اور تو نہ بچائے تو اپنے بل بوتے پر میں ہرگز کسی بڑی یا چھوٹی مصیبت سے نہیں بچ سکتا۔ تیری عنایت نہ ہو تو میں اپنی جان اور اپنے جسم کو کسی ظاہری اور باطنی آفت و مصیبت سے ہرگز نہیں بچا سکتا۔ میں انتہائی عاجز، بے بس اور سراپا احتیاج ہوں، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ یہی کیفیت و احساس، شان بندگی اور کمال عبدیت ہے اور یہی بندے سے اللہ کو مطلوب ہے۔ اسی لیے بندے کی یہ دعا کہ پروردگار دنیا اور آخرت میں سلامتی اور عافیت عطا فرما، بندے کی وہ دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس دعا کی توفیق اس بندے کو نصیب ہو سکتی ہے جس کو اپنے عجز و تذلل کا واقعی احساس ہو اور ایسا ہی بندہ خدا کی رحمت و نوازش بیکراں کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو اللہ کے رسولؐ نے اپنے لفظوں میں یوں واضح فرمایا کہ تم میں سے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا، یعنی دعا کرنا نصیب ہو گئی، اس کے لیے اللہ کی رحمت و کرم کے دروازے کھل گئے۔ لہٰذا ہر بندہ مومن کو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ جیسی جامع دعا کو اپنے معمول کا حصہ بنا لینا چاہیے (محمد یوسف اصلاحی)۔

شہیدوں کی تدفین

س: میرا تعلق آزاد کشمیر کے سرحدی گاؤں نبڈالہ سے ہے جہاں ۱۹۹۸ء میں بزدل بھارتی فوج نے چوروں کی طرح رات کے اندھیرے میں آکر سوئے ہوئے ۲۲ افراد، معصوم بچے، بوڑھے، عورتیں اور جوان سب کو ذبح کر دیا تھا۔ مذکورہ واقعے میں سے ایک خاندان جماعت سے وابستہ تھا۔ دشمن کی کارروائیاں سرحدی عوام پر بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہر روز یا ہر ہفتے دشمن کی گولیوں یا گولوں سے مسلمان جو اپنے گھروں کے اندر ہوں یا باہر کھیتوں میں کام کر رہے ہوں یا آ جا رہے ہوں، نشانہ بنتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں کوئی آدمی زخمی یا پھر فوت ہو جاتا ہے۔ اس موت کی صورت میں متوفی کی میت کے غسل و کفن وغیرہ کے بارے میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں۔ کیا ایسے وفات پانے والے شخص کو غسل یا کفن دیا جائے گا یا نہیں؟ غائبانہ نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: آپ کا خط پڑھ کر حالات کا علم ہوا۔ کفار جو ظلم کر رہے ہیں، اس کا وبال ان پر دنیا میں بھی پڑے گا اور آخرت میں بھی وہ اس کا پورا پورا مزہ چکھ لیں گے، ان شاء اللہ! امید ہے کہ آپ لوگوں کو استقامت کے ساتھ میدان میں کھڑا رہنے اور قربانیاں پیش کرنے پر اللہ رحمٰن و رحیم کی جناب سے عظیم الشان جزا ضرور ملے گی، دنیا میں فتح کی صورت میں اور آخرت میں جنت الفردوس میں بلند درجات کی شکل میں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان پر جسے رات کی تاریکی میں درندگی کے ساتھ ذبح کر دیا گیا، مغفرت اور رحمت کی بارش برسائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے سرفراز کرے۔ اور جماعت جو خدمت کر رہی ہے اسے قبول فرمائے (آمین)۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی فریاد سنے گا اور انھیں آزادی کی نعمت سے سرشار فرمائے گا۔

۱- آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو مسلمان کفار کے ہاتھوں قتل ہوں اور موقع پر شہید ہو جائیں، انھیں ان کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا اور غسل نہیں دیا جائے گا۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کے جسم سے شلوار اور قمیص کے علاوہ زائد کپڑوں اور ہتھیاروں کو اتار لیا جائے گا۔ جسم یا کپڑوں پر کوئی گندگی لگی ہوئی ہو، تو اسے بھی صاف کر دیا جائے گا لیکن شہادت کے خون کو صاف نہیں کیا جائے گا۔ اگر زخمی ہونے کے بعد ہسپتال یا گھر میں لایا گیا اور اسے دوا یا غذا دی گئی ہو اور اس کے بعد وفات ہوئی ہو تو پھر اس کو غسل دیا جائے گا اور نئے کفن میں دفن کیا جائے گا (عالمگیری، درمختار، ہدایہ)۔ اس کی بنیاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے۔ آپؐ نے شہدائے احد کو بغیر غسل کے ان کے جسموں اور لباس پر لگے ہوئے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا تھا۔ اَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلُوا

(صحیح بخاری، باب من لم یرغسل الشہداء، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشہید ص ۱۷۹، ایضاً، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم احد) آپؐ نے ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی (الگ الگ نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ اجتماعی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ دس دس آدمیوں کی نماز جنازہ پڑھائی گئی تھی، اس طرح سات جنازے ہوئے تھے) اور انھیں غسل نہیں دیا گیا تھا۔

۲- غائبانہ نماز جنازہ اختلافی مسئلہ ہے۔ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ اہل حدیث حضرات کے نزدیک بھی غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ اختلافی مسائل میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر حنفی یا اہل حدیث غائبانہ نماز جنازہ پڑھیں تو انھیں منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اختلافی مسائل میں شریعت کا یہی مزاج ہے۔

۳- ایک شہادت تو وہ شہادت ہے جو فی سبیل اللہ حاصل ہو، کفار کے ہاتھوں مسلمان قتل ہو جائے۔ دوسری شہادت جو شہادت فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل پر دیت واجب نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو مثلاً ڈاکو، باغی یا دوسرے ظالم دہشت گرد کسی کو قتل کر دیں تو وہ بھی شہید کے حکم میں ہو گا۔ اسے بھی غسل نہیں دیا جائے گا اور اسی لباس میں دفن کیا جائے گا جس میں قتل ہوا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلشُّھَدَآءُ خَمْسَۃٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْھَدْمِ وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ "شہدا پانچ ہیں: طاعون کی بیماری سے اور اسہالوں کی بیماری سے فوت ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، گر کر مرنے والا اور شہید فی سبیل اللہ" (یہ سب شہید ہیں)۔ بعض روایات میں جل کر مرنے والے کو بھی شہید کہا گیا ہے۔

ان احادیث سے مراد یہ نہیں ہے کہ انھی بیماریوں اور حادثات سے مرنے والے شہید ہیں بلکہ اس طرح کی دوسری غیر معمولی تکلیف دہ بیماریوں اور حادثات سے مرنے والے بھی شہید شمار ہوں گے جیسے ایک حدیث میں عورت کو جو ولادت کی تکلیف سے مر جائے، شہید کہا گیا ہے۔ والمراۃ تموت بجمع شیدۃ لیکن شہدا کی یہ قسمیں صرف اخروی ثواب میں شہید ہیں۔ غسل، کفن، دفن اور دیگر احکام میں وہ شہید نہیں ہیں۔ واللہ اعلم! (مولانا عبدالمالک)۔

اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ (ادارہ)